بین المذاہب ہم آہنگی سیرتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تناظر میں (تجزیاتی مطالعہ)

An Analytical Study of Interfaith harmony in the context of Sirah E Taiba

1st Author: Dr. Sada Hussain Alvi
(Theology Teacher, Elementary and Secondary Education Department, KPK)
aghaalvi@gmail.com:E Mail
2nd Author: Dr. Nadeem Abbas (Assistant Prof, Al-Mustafa International University Islamabad Copus)
E Mail: nab514@gmail.com

Abstract

Human civilization and culture are based on globalization. All the Prophets (peace be upon them) taught peace, love and harmony to their nations during their times. It was full of barbarism, violence, narrow mindedness and religious hatred. The lives of those who converted to Islam were filled with misery and severe punishment for religious bigotry. In his biography, he not only emphasized on religious harmony but also eradicated narrow-mindedness and religious hatred. Religious hatred and narrow-mindedness were on the rise. It was pointed out that what attitude should a Muslim take towards the followers of other religions and sects in the society so that the society could possess higher moral values than the Holy Prophet? No other personality can do that. If you look at the current world situation It is clear that the whole of humanity is mired in the mire of violence, hatred and religious extremism, and that religious extremism has diverted humanity from the path of moderation. Therefore, in view of these difficult circumstances, In the present research, keeping in view the Sira of Tayyiba, we will examine different situations and events, how we can benefit from his teachings and play our role in building a peaceful society.

Keywords: Interfaith, Harmony, Seerah, Tolerance

ضرورت واہمیت:

بین المذاہب ہم آہنگی کی اصطلاح ہی سے اس کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے کہ تمام مذاہب کے مابین امن و آشتی اور صلح و محبت کی فضا کا قائم کرنا اور امن و سکون لانا اور لوگوں کے درمیان مثبت انداز میں فروغ دینا۔ بین المذاہب ہم آہنگی زندگی جینے کی ترغیب دیتی ہے اور اسی کی بدولت تمام مذاہب کے ماننے والے امن و سکون سے زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ بین المذاہب ہم آہنگی کا مقصد مذاہب کے مابین ہم آہنگی ہے۔ ہم بین المذاہب ہم آہنگی کے ذریعہ دوسروں کو

محبت، انصاف اور ہمدردی کا درس دے سکتے ہیں۔ بین المذاہب ہم آہنگی جیو اور جینے دو کی پالیسی کے تصور کو جنم دیتی ہے۔ بین المذاہب ہم آہنگی ہی کے ذریعہ مختلف مذہبی عقائد کے پیروکاروں کے مابین معاشی عدم توازن اور پر امن بقائے باہمی کو ممکن بنایا جاسکتا ہے اور بین المذاہب ہم آہنگی ہی ایک ایسا آلہ ہے کہ جو امن اور خوشحالی کے لیے آگے بڑھنے کا راستہ ثابت ہو سکتا ہے۔ بین المذاہب ہم آہنگی جتنی مضبوط ہو گی اُسی قدر ہم ترقی یافتہ ہوں گے۔ انسانی تاریخ میں بین المذاہب ہم آہنگی ہمیشہ سے ہی ترقی اور خوشحالی کے لئے اہمیت کی حامل رہی ہے۔ جن معاشروں میں مختلف مذاہب اور عقائد کے ماننے والوں کے درمیان ہم آہنگی تھی، وہاں انسانی فلاح و بہبود کی پیش قدمی تھی۔ بین المذاہب ہم آہنگی کا موضوع ہمارے معاشرے کے حساس موضوعات میں سے شمار ہوتا ہے کہ جس سے صرفِ نظر نہیں کی جاسکتی ہے لیکن بدقسمتی سے اس موضوع پر بات کرنے سے ہر کوئی گریزاں دکھائی دیتا ہے۔

بین المذاہب ہم آہنگی کے بغیر معاشرے میں مذہبی آزادی کا حصول تقریباً ناممکن ہے۔ اگر ایک عقیدہ رکھنے والا گروہ دوسرے گروہ کے عقائد و نظریات کو برداشت نہیں کرتا تو اس گروہ کے ارکان بغیر کسی خوف کے کیسے عبادت کر سکتے ہیں؟ لہٰذا بین المذاہب ہم آہنگی کی خواہش مذہبی آزادی کے حصول کے لیے ایک اہم مقصد ہے۔ بین المذاہب مصروفیت لوگوں کو عقیدے اور نظریاتی خطوط پر متحد کرتی ہے اور باہمی اعتماد، مشترکہ اقدار اور افہام و تفہیم کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ مذہبی آزادی اور رواداری ایک بہتر دنیا کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ زمین پر پانچ میں سے چار لوگ اپنے آپ کو کسی نہ کسی مذہبی روایت سے ہم آہنگ کرتے ہیں۔ اور روایت کے ساتھ موافقت نہ کرنے کا فیصلہ کرنے کے قابل ہونا بھی ایک اہم آزادی ہے۔

مذہبی ہم آہنگی کے جدید تصور کی تعمیر اور فروغ ضروری ہے تاکہ درپیش چیلنجز کا مقابلہ کیا جاسکے۔ عالمگیریت کی دنیا میں مذہبی تنوع اور اختلافات کو تسلیم کرنے کی بنیاد پر تمام مذاہب بات چیت کے ذریعہ باہمی افہام و تفہیم اور ہمدردی کو بڑھانا چاہیے۔ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کے ذریعہ امن اور انصاف کو برقرار رکھنا، اور بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینا مذہبی طبقہ اور وسیع تر معاشرہ کے اصول کو فروغ دینا ضروری ہے۔ یکسانیت " اور ایک دوسرے کا احترام کرنا سیکھیں اور مشترکہ طور پر سماجی ذمہ داریوں کو نبھائیں اور مذہبی انتہا پسندی سے خود کو بچانا چاہیے۔ بین الثقافتی اور کثیر المذہبی معاشروں میں تنازعات کی روک تھام اور سماجی امن کے قیام کے لیے مذہبی مکالمے کو ایک عامل کے طور پر سمجھنے کے بارے میں عوامی بیداری میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ ایک طویل عرصے سے، مذہب پر بحث اس خیال کی

خصوصیت تھی کہ مغربی معاشروں کی بڑھتی ہوئی سیکولرازم عوامی جگہوں سے مذہب کو بتدریج ہٹانے کا باعث بنے گی۔ تاہم، پچھلی دہائی نے امن کی تعمیر کے لیے ایک عامل کے طور پر عوامی بحث میں مذہب کو واپس کیا۔

ایک واضح حقیقت ہے کہ عملاً مختلف اقسام کے مذہبی گروہ پائے جاتے ہیں کہ جن کے عقائد و نظریات آپس میں ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہیں۔ پس ایسے گروہوں کے مابین مذہبی رواداری اور ہم آہنگی کیسے ممکن ہو گی۔ اس مسئلہ کا ایک حل تو یہ ہے کہ اس بات کا یقین کیا جائے کہ تمام مذاہب بنیادی طور پر ایک ہی ہیں اور یہ تمام کے تمام مختلف راستوں کے ایسے راہی ہیں کہ جن تمام کی منازل ایک ہی ہیں لیکن دینِ اسلام اس نظریہ کو قبول نہیں کرتا اور یہ بات تجربات سے ثابت ہے کہ اس طریقے سے ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے کی جانے والی کوششیں اکثر ناکام رہی ہیں۔ چنانچہ بادشاہ اکبر نے بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ کے لئے ہی ایک خود ساختہ مذہب "دینِ الٰہی" کی بنیاد رکھی لیکن وہ بُری طرح ناکام ہوا۔ بین المذاہب ہم آہنگی جیسے اہم موضوع پر دینِ اسلام کا نقطہ نظر اہم اور حقائق پر مبنی ہے کیونکہ دین اسلام نظریاتی اختلافات کو قبول کرنے کے بعد ایک دوسرے کے لئے رواداری اور نرم گوشہ رکھنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہوتا ہے۔

دینِ اسلام کی نگاہ میں ہم آہنگی کا اصول ایک ایسا اصول ہے کہ جس کی افادیت تاریخی ہے اور ماضی میں جب کبھی بھی مذہبی رواداری موجود رہی ہے اُس کی بنیاد اتحاد پر تھی نہ کہ اختلافات پر۔ اگرچہ دینِ اسلام حقیقت کی وحدانیت پر یقین رکھتا ہے لیکن روزمرہ کے معاملات میں یہ رواداری کے عمل پر یکساں زور دیتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں رواداری کا اصول مسلسل رہا ہے۔ اس تاریخی حقیقت کے پیش نظر یہ بات واضح ہے کہ مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان ہم آہنگی کو فروغ دینے کے حوالے سے اسلام نے جو تجاویز پیش کی ہیں وہ واحد قابل عمل حل ہے۔ کوئی بھی متبادل تجویز، خواہ وہ کتنی ہی پر کشش نظر آئے، یا تو ناقابل عمل یا غیر نتیجہ خیز ہو گی۔

بین المذاہب ہم آہنگی اور مذہبی رواداری کی اہمیت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے اور دنیا میں جب کبھی بھی مذہبی رواداری اور ہم آہنگی کی بات ہوئی تو دینِ مبینِ اسلام کے نظریات اور آراء ہی کو برتری ملی کیونکہ مذاہب کے مابین امن و آشتی اور رواداری کے لئے جو کردار اسلام نے ادا کیا وہ شاید ہی کسی اور مذہب نے ادا کیا ہو۔ محسنِ انسانیت حضرت محمد ﷺ کی سیرت سے ہم آہنگی اور رواداری کی جو مثالیں ملتی ہیں وہ دنیا کے کسی اور مصلح کی تعلیمات میں موجود نہیں ہیں۔ اس حقیقت سے چشم پوشی ممکن نہیں ہے کہ مذاہبِ عالم کے درمیان بے شمار بنیادی اختلافات پائے جاتے ہیں کہ جن کو مطالعہ مذاہب سے جانا جاسکتا ہے۔ ہم آہنگی اور رواداری کے بارے میں دین اسلام کا موقف بڑا واضح ہے کہ یہی وہ دین ہے کہ جو صدیوں سے الٰہی دین کے طور چلا آرہا ہے اور اسی دین کی تعلیمات تمام الٰہی نمائندے پیش کرتے رہے لیکن

مرورِ زمان کے ساتھ ساتھ ان تعلیمات میں تحریفات ہوتی چلی گئیں۔ بالآخر یہی دین پیغمبر آخر الزمان ﷺ پر دوبارہ نازل ہوا اور آپ ﷺ کو اس سلسلہ کی آخری اور حتمی کڑی شمار کیا گیا اور آپ ﷺ پر ایسی کتاب نازل کی گئی کہ جو قیامت تک کے لئے دائمی اور ابدی ہدایت کا ذریعہ بن گئی اور یہی وہ واحد آسمانی کتاب ہے کہ جو مکمل طور پر محفوظ و مصون ہے۔ قرآن مجید ایسی لاریب اور بے عیب کتاب ہے کہ جس کی تفسیر خود پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت اور سنت سے ہوتی ہے اور تمام تر دنیاوی اور اخروی بھلائیاں صرف اسی کتاب پر عمل کرنے سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ اس بات کی وضاحت قرآن مجید میں یوں کی گئی ہے کہ:

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا[1]

ترجمہ: فرمادیں کہ اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

پھر ارشاد ہوا کہ:

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ[2]

ترجمہ: ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

آنحضرت ﷺ پر سلسلہ نبوت ورسالت کے خاتمہ کا اعلان ان الفاظ میں کیا گیا کہ:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا[3]

ترجمہ:۔ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

پھر تمام بنی نوعِ انسان کو آپ ﷺ پر صدقِ دل سے ایمان لانے کی دعوت دی گئی اور اسی کو خیر کہا گیا ہے اور سرکشی کرنے والوں کے لئے نقصان کا اعلان یوں کیا گیا ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا[4]

ترجمہ:۔ اے لوگو! تمہارے پاس رسول ﷺ تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر آیا ہے۔ پس تم (اس پر) ایمان لاؤ، اسی میں تمہاری بہتری ہے لیکن اگر کفر کرو گے تو (یاد رکھو) کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

مذاہب کے بنیادی عقائد و نظریات کے انسانی زندگیوں پر بڑے اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ جن سے انسان اپنے لئے زندگی گزارنے کے رہنما اصول مقرر کرتا ہے اور پھر انہی اصولوں کے مدِ نظر اپنی ساری زندگی گزارتا ہے۔ دنیا میں موجود تمام مذاہب میں بجالانے والی عبادات اُس مذہب کے پیروکاروں کے عقائد و نظریات کے تابع ہوتی ہیں۔ عقیدہ ہی کی بنیاد پر معاشرہ اور اس میں موجود تمام رسوم ورواج، لین دین، اخلاقیات، قوانین وضوابط اور حقوق و فرائض کے معیارات مقرر ہوتے ہیں کہ جن کا دوسرا نام شریعت ہے۔ مذہب ہی کی بدولت ہر شخص کو ایک خاص پہچان عطاء ہوتی ہے اور ہر شخص دوسرے سے منفرد نظر آتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام نمائندوں کو اپنے پیغام کی صورت میں اپنی شریعت اور قانون بھی دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری الہامی کتاب قرآن مجید میں بعض مقامات پر دیگر الہامی کُتب میں موجود بعض قوانین اور ضوابط کا ذکر بھی کیا گیا ہے کہ جو مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کو دیئے گئے تھے اور جن پر کاربند رہنے کا اُن انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد لیا گیا تھا۔ پیغمبر آخر الزمان ﷺ سے پہلے والے الٰہی نمائندوں کو دی جانے والی شریعتیں انہی کے دور، ماحول اور وقت کے لئے تھیں اور آپ ﷺ کی آمد کے ساتھ ہی وہ پہلی سریعتیں منسوخ ہو گئیں اور اُن پر عمل پیرا ہونے سے روک دیا گیا۔ چنانچہ اس سلسلے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ:-

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۝

ترجمہ:۔ ہم نے آپ کو دین کے معاملہ میں شریعت دے دی ہے۔ اب آپ اس کی اتباع کریں اور ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلیں جو جانتے نہیں ہیں۔

چونکہ دینِ اسلام دعوت و تبلیغ کا دین ہے اور دعوت و تبلیغ کی بنیاد مکالمہ بین المذاہب پر ہے اور مکالمہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کو دین کی دعوت دینے کا دوسرا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ بین المذاہب مکالمہ کی ایسی عظیم بنیاد رکھی کہ جو فراموش کرنے کے قابل نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے مکالمہ کا آغاز اپنی ذاتی زندگی سے فرمایا اور اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے بہت سے عملی نمونے بھی قائم فرمائے۔ اپنے ماننے والوں کو مختلف زبانیں سیکھنے کا حکم دیا تاکہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں سے تبادلہ خیالات کیا جا سکے اور اُن کے سوالات اور خطوط وغیرہ کے مناسب جوابات دیئے جا سکیں اور اُن کے نظریات کو رد کیا جا سکے لہٰذا اس سلسلہ میں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت ہے کہ:

فتعلمت كتابهم ما مرت بي خمس عشرة ليلة حتى حذ قتة و كنت اقراء له كتبهم اذا كتبوا اليه واجيب عنه اذا كتب۔[6]

ترجمہ:۔ پس میں نے اُن کی زبان (سریانی) میں لکھنا سیکھ لیا۔ ابھی پندرہ دن نہیں گزرے تھے کہ میں اس میں ماہر ہو گیا اور جب یہود کا کوئی خط آپ ﷺ کی بارگاہ میں آتا تو میں آپ ﷺ کو پڑھ کر سنا دیتا اور اس کا جواب بھی لکھتا۔

سیرتِ طیبہ ﷺ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ ﷺ جب بھی دیگر مذاہب کے لوگوں کو پکارتے تھے تو آپ ﷺ نے اُن کے لئے اہلِ کتاب کی اصطلاح مقرر فرما رکھی تھی۔ حضور اکرم ﷺ کی یہ حتمی کوشش ہوا کرتی تھی کہ مسائل و مشکلات کا حل مل بیٹھ کر، امن و آشتی اور صلح سے نکالا جائے اور کسی بھی موقع پر جنگ و جدال سے اجتناب برتی جائے۔ اس سلسلہ میں قرآنی حکمتِ عملی بھی یہی ہے کہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھا جائے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ:

قُلْ يَآهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ 7

ترجمہ: فرمادیجئے کہ اے اہلِ کتاب! ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے یہ کہ عبادت نہ کریں مگر خدا کی اور اس کا شریک کسی کو نہ کریں اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنالے اللہ کے سوا۔

نبی اکرم ﷺ کو جو دین دے کر بھیجا گیا وہ ہر لحاظ سے کامل اور جامع دین ہے اور آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ بھی انتہائی جامع تھی یہی وجہ ہے کہ گذشتہ تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کے سارے کمال اور خوبیاں آپ ﷺ کی سیرت میں بدرجہ اتم موجود تھیں اسی لئے آپ ﷺ کی سنت کو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے اسوہ حسنہ اور نمونہ عمل بنادیا گیا۔ اس سلسلہ میں حضرت عبد اللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

’’عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَلَسَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَنْتَظِرُونَهُ قَالَ فَخَرَجَ حَتَّى إِذَا دَنَا مِنْهُمْ سَمِعَهُمْ يَتَذَاكَرُونَ فَسَمِعَ حَدِيثَهُمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ عَجَبًا إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ اتَّخَذَ مِنْ خَلْقِهِ خَلِيلاً اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلاً. وَقَالَ آخَرُ مَاذَا بِأَعْجَبَ مِنْ كَلَامِ مُوسَى كَلَّمَهُ تَكْلِيمًا وَقَالَ آخَرُ فَعِيسَى كَلِمَةُ اللهِ وَ رُوحُهُ . وَقَالَ آخَرُ آدَمُ اصْطَفَاهُ اللهُ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَسَلَّمَ وَقَالَ ’’قَدْ سَمِعْتُ كَلَامَكُمْ وَعَجَبَكُمْ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلُ اللهِ وَهُوَ كَذَلِكَ وَمُوسَى نَجِيُّ اللهِ وَهُوَ كَذَلِكَ وَعِيسَى رُوحُ اللهِ وَكَلِمَتُهُ وَهُوَ كَذَلِكَ وَ آدَمُ اصْطَفَاهُ اللهُ وَهُوَ كَذَلِكَ أَلَا وَأَنَا حَبِيبُ اللهِ۔ 8

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چند صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپ ﷺ تشریف لائے جب اُن کے قریب پہنچے تو انہیں کچھ گفتگو کرتے ہوئے سُنا ان میں سے بعض نے کہا کہ تعجب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل

بنایا، دوسرے نے کہا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلیم اللہ ہونے سے زیادہ تعجب خیز تو نہیں ہے، ایک اور نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور روح ہیں، کسی اور نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو چُن لیا، حضور نبی کریم ﷺ اُن کے پاس تشریف لائے، سلام کیا اور فرمایا: مَیں نے تمہاری گفتگو اور اظہار تعجب سنا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں، بے شک وہ ایسے ہی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں بے شک وہ ایسے ہی ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں، واقعی وہ اسی طرح ہیں، حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چُن لیا وہ بھی یقیناً ایسے ہی ہیں۔ سُن لو میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں۔

آپ ﷺ کے اوصافِ حسنہ اور اخلاقیات کو اٹھارویں صدی کے نامور محقق ومستشرق اور تاریخ دان لیمرٹین (Lamartine) یوں بیان کرتے ہیں:

"Philosopher, orator, apostle, legislator, warrior, conqueror of ideas, restorer of rational dogmas; the founder of twenty terrestrial empires and of one spiritual empire, that is Muhammad. As regards all standards by which human greatness may be measured, we may ask, is there any man greater than he".[9]

یعنی فلاسفر، مقرر، رسول، قانون دان، جنگجو، ذہنوں کو فتح کرنے والے، حکمت کے اُصول قائم کرنے والے، بیس دنیوی سلطنتوں اور ایک روحانی سلطنت کے بانی یہ سب کچھ تھے حضرت محمد ﷺ وہ تمام معیار جن سے انسانی عظمت کا پتہ لگایا جاسکتا ہے، ان کے لحاظ سے ہم بجا طور پر یہ سوال کر سکتے ہیں کیا اس محمد ﷺ سے عظیم تر بھی کوئی انسان (دنیا میں ہے۔

آپ ﷺ کی سیرت اور سنت پر عمل پیرا ہونے اور آپ ﷺ کے دیئے ہوئے پیغام سے منسلک ہونے کے لئے خداوندِ عالم نے حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والوں کو اُنہی کے نبی کی زبانی خوشخبری ان الفاظ میں سنائی کہ ارشاد ہوا کہ :

يَاَهۡلَ الۡكِتٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلُنَا يُبَيِّنُ لَـكُمۡ عَلٰى فَتۡرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا جَآءَنَا مِنۡۢ بَشِيۡرٍ وَّلَا نَذِيۡرٍ‌ فَقَدۡ جَآءَكُمۡ بَشِيۡرٌ وَّنَذِيۡرٌ‌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ[10]

ترجمہ: اے اہلِ کتاب! بے شک تمہارے پاس ہمارے وہ رسول ﷺ تشریف لائے کہ جو تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا کہ کبھی کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا تو یہ حضور اکرم ﷺ خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے ہیں۔

دینِ اسلام نے ہمیشہ امن، آشتی، محبت، بھائی چارے اور رواداری کا درس دیا ہے اور اسلام نے دیگر تمام مذاہب کو برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ اُن کا ادب واحترام کرنے کا حکم بھی دیا ہے مکالمہ بین المذاہب کی دینِ اسلام

میں نہ صرف اجازت ہے بلکہ یہ پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت اور سنت بھی ہے۔ صلح حدیبیہ مکالمہ بین المذاہب کی ایک عظیم مثال ہے جو کہ ایک معاہدہ ہے کہ جب آپ ﷺ مدینہ آئے تو یہاں اُس وقت بنو قریضہ، بنو نضیر اور بنو قینقاع نامی تین بڑے قبائل پہلے سے موجود تھے۔آپ ﷺ نے مدینہ منورہ آمد کے بعد ان قبائل سے مختلف معاہدے اور مالی معاملات طے فرمائے۔اس پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ :۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے کسی یہودی سے کھانے کی کوئی چیز خریدی اور اُس کے پاس زرہ رہن رکھی۔[12]جب آپ ﷺ نے خیبر کو فتح کیا تو خیبر کے یہودیوں کی درخواست پر انہیں کاشت کاری کی اجازت دے دی اور جب فصل کو کاٹنے کا وقت آیا تو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو وصولی کے لئے بھیجا آپ ﷺ نے اُس وقت کی جو فصل (کھجوریں) تھی دو حصوں میں برابر تقسیم فرمائی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں ہمارے حصہ سے زیادہ دے رہے ہیں کیونکہ ان کے اپنے اصول کے مطابق ان کا حصہ آدھا نہیں بنتا تھا بلکہ اس سے بھی کم لیکن حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں ضرور آدھی ہی ملیں گی کیونکہ تم سے معاہدہ اسی طرح ہوا تھا۔[۱۳]

اس روایت سے پیغمبر اکرم ﷺ کے دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ لین دین کے معاملات میں موجود تعلقات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔آپ ﷺ کی نظر میں آقا و غلام اور رنگ و نسل کا کوئی لحاظ نہ تھا اور آپ ﷺ کے لئے عدل وانصاف کے حصول میں اپنے پرائے سب برابر تھے اور آپ ﷺ سب کی ایک جیسی مدد فرماتے تھے۔[۱۴] آپ ﷺ کی سیرت طیبہ ﷺ سے اپنوں اور بیگانوں کے ساتھ عدل وانصاف کی ایسے روشن مثالیں ملتی ہیں کہ جن پر عمل پیرا ہونا کسی اور ہستی کے لئے ممکن ہی نہیں۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت سے کچھ ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ آپ ﷺ اپنی زندگی میں کئی بار دیگر مذاہب کے ماننے والوں کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ایسی ہی ایک روایت بخاری شریف میں موجود ہے کہ آپ ﷺ ایک مرتبہ عبدوس نامی یہودی کی بیماری کی حالت میں اُس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اُس کی بیماری میں اُس کی احوال پُرسی کی۔[۱۵]

پیغمبر آخر الزمان ﷺ کی حیاتِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کی پوری زندگی دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے مابین رواداری اور ہم آہنگی کو کوششوں میں گزر گئی۔ایسی ہی ایک روایت ابنِ کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں ذکر کی ہے کہ ایک مرتبہ علاقہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ اُن کی عبادت کا وقت تھا، اُنہوں نے مسجدِ نبوی ﷺ میں عبادت کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ چنانچہ روایت ملاحظہ ہو کہ :

قال ابن اسحاق وحدثنی محمد بن جعفر بن الزبیر قال: لما قدموا علی رسول اللہ ﷺ المدینہ فدخلوعلیہ مسجدہ حین صلی العصر، علیہم ثیاب الحبرات جبب وار دیہ فی جمال رجال بن الحارث کعب قال: یقول بعض من

رآهم من اصحاب النبی ﷺ یومئذ ما رائینا بعدهم وفدا مثلهم وقد حانت صلاتهم، فقاموا فی مسجد رسول الله ﷺ یصلون: فقال رسول الله ﷺ دعوهم، فصلوا الی المشرق[16]

ترجمہ: جب وہ مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت حضور ﷺ عصر کی نماز ادا کر چکے تھے۔ یمنی کپڑوں میں ملبوس، قبائیں اور چادریں لپیٹے ہوئے، کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں دیکھ کر کہا کہ ہم نے ان جیسا وفد نہیں دیکھا۔ ان کی نماز کا وقت ہو گیا وہ اٹھے اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو، اُنہوں نے مشرق کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کی۔

فتح مکہ کا موقع ایک ایسا موقع تھا کہ اگر رحمتِ عالم ﷺ اپنے خود پر ہونے والے تمام مظالم کا بدلہ لینا چاہتے تو آپ ﷺ باآسانی بدلہ لے سکتے تھے اور اس موقع پر بدلہ لینے کی صورت میں آپ ﷺ کو اور دیگر مسلمانوں کو کسی نے غلط بھی نہیں کہنا تھا کیونکہ بدلہ لینا ایک جنگی حربہ شمار ہو کر تاریخ کے اوراق میں گم ہو جاتا لیکن اس موقع پر بھی آپ ﷺ نے خود پر اور اپنے جانثار ساتھیوں پر ہونے والے مظالم کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سب کے لئے عام معافی کا اعلان کیا جو کہ تاریخ کی نظر میں ایک انوکھے بدلے کے طور پر ہمیشہ سنہری حروف کی صورت میں لکھا جائے گا۔

حضور اکرم ﷺ کی سیرت اور بین المذاہب ہم آہنگی:

دورِ حاضر میں تنگ نظری اور دہشت گردی بالخصوص مذہبی دہشت گردی کی بدولت ہمارے معاشرے میں بے پناہ فتنے اور فساد جنم لے رہے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں موجود دیگر مذاہب و ادیان اور مختلف تہذیب و ثقافت رکھنے والوں کے ساتھ رحمتِ عالم ﷺ کے پیروکاروں کو کیسا رویہ اختیار کرنا چاہیئے اور ہمارے معاشرے کے غیر مسلموں کے ساتھ آپ ﷺ کی سیرت کے مطابق کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیئے کہ جس کی وجہ سے ہمارا معاشرہ اعلیٰ انسانی اور اخلاقی اقدار کا حامل ہو سکے اور اس میں مذہبی منافرت اور عدمِ برداشت کی حوصلہ شکنی ہو تاکہ ہم ترقی پذیر سے ترقی یافتہ ہونے کا سفر باآسانی طے کر سکیں کیونکہ اگر کسی معاشرے میں مذہبی منافرت اور مذہبی عدمِ برداشت موجود ہو تو اُس معاشرے کی تباہی کے لئے یہی دو چیزیں کافی ہیں۔ ذیل میں ہم سیرتِ رحمتِ عالم ﷺ سے کچھ واقعات اور دیگر مذاہب کی مذہبی عدمِ برداشت کی چند ایک مثالیں اور اُن پر آپ ﷺ کا طرزِ عمل اور رویے کا جائزہ لیں گے۔

ا:۔ایک واقعہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے کہ جن کا سیاہ فام ہونے کی وجہ سے زمانہ جاہلیت میں کوئی مقام و مرتبہ نہ تھا اور وہ غلامانہ زندگی بسر کر رہے تھے کہ جب اُن کے دل میں نورِ اسلام کی شمع روشن ہوئی تو اُن کا شمار "السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ" یعنی ابتدائی اسلام لانے والوں میں سے ہونے کا شرف حاصل ہوا لیکن قانونِ قدرت ہے کہ رتبہ اور عہدہ جتنا بڑا ہوتا ہے مصائب و آلام اور تکالیف بھی اُسی قدر زیادہ اور سخت ہوتی ہیں لہٰذا حضرت بلال

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دینِ اسلام کے راہی بننے کی وجہ سے آپ کے مالک امیہ بن خلف نے شدید مذہبی تشدد اور تعصب کا نشانہ بنایا اور آپ پر ایسے مظالم کئے کہ جو تاریخ انسانیت کے لئے سیاہ اوراق کی صورت اختیار کر گئے۔

۲:۔حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ مرد تھے لہٰذا آپ نے خود پر ہونے والے مظالم کو بڑی دلیری سے قبول کیا لیکن دورِ جاہلیت کے جاہلوں نے اسلام دشمنی میں نہ صرف مردوں کو مذہبی تشدد کا نشانہ بنایا بلکہ اسلام لانے والی خواتین کا بھی ان درندوں نے اپنے قہر و غضب کا نشانہ بنایا کہ جن خواتین میں سے ایک حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ابھی اسلام قبول کئے کچھ دن ہی ہوئے تھے کہ مکہ کے کافروں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کے اہلخانہ اپنے ظلم و بربریت کا نشانہ بنایا اور آہستہ آہستہ اس رویے میں شدت آتی چلی گئی یہاں تک کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شہید کر دیا گیا۔

۳:۔زمانہ جاہلیت کے اُس بے رحم معاشرے میں کہ جہاں مردوں اور خواتین کو ظلم و بربریت کا نشانہ بنایا جاتا رہا وہیں پر غلاموں، کنیزوں اور لونڈیوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جاتا رہا یہاں تک کہ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ ایک غلام ہونے کی وجہ سے بے سہارا اور بے آسرا تھے۔شرک و جہالت اور بت پرستی کے اُس دور میں جب ایک عام غلام حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کلمہ توحید پڑھا تو مکہ کے سارے ابو جہل آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور ظلم و بربریت کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ جن کے بارے فقط سوچ لینے سے ہی رونگٹھے کھڑے ہو جاتے ہیں۔حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام لانے کی پاداش میں برہنہ کر کے دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا دیا جاتا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ پر کبھی ایک بھاری بھرکم پتھر رکھ کر ایک شخص مسلتا رہتا اور کبھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت لوہے کی زرہ پہنا کر عرب کی تپتی دھوپ میں لٹا دیا جاتا۔سورج کی گرمی اور زرہ کی تپش سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم جلتا رہتا۔حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسی ظلم و بربریت مسلسل سہتے رہے اور حرارت کی وجہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم کباب ہوتا رہتا لیکن یہ تمام مظالم بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارادوں کے متزلزل نہ کر سکے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتہائی ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔

تاریخ کے سیاہ اوراق پر موجود ایسی کئی اور عدمِ برداشت کی داستانیں موجود ہیں۔رحمتِ عالم ﷺ نے اپنے طرزِ عمل اور اخلاقیات و کردار سے اسی جاہل معاشرے کو ایسے تبدیل کیا کہ وہی معاشرہ بنی نوعِ انسان کے لئے قابلِ تقلید بن گیا۔

زمانہ پیغمبر اکرم ﷺ میں مذہبی رواداری کی چند مثالی واقعات:

آنے والی بحث میں آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں مذہبی رواداری اور بین المذاہب ہم آہنگی کا ایک مختصر جائزہ لیا جائے گا اور اس میں پیغمبر اکرم ﷺ کے اُس طرزِ عمل کا مطالعہ کیا جائے گہ کہ جو آپ ﷺ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ اختیار فرماتے تھے۔آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ ﷺ سے مذہبی رواداری اور برداشت کی چند ایک مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

1:۔ نصاریٰ کے ساتھ معاہدہ:

رحمتِ عالم ﷺ نے اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی نجران کے نصاریٰ کے ساتھ ایک تاریخ ساز معاہدہ کیاجو کہ دیکھنے میں تو ایک معاہدہ ہے لیکن اصل میں یہ معاہدہ ایک ایسی تحریر ہے کہ جس میں دیگر مذاہب کو دیئے گئے تمام معاشرتی، قانونی، سیاسی اور مذہبی حقوق ذکر کئے گئے ہیں اور نہ صرف یہ حقوق صرف بیانی حد تک ذکر کئے گئے ہیں بلکہ ان حقوق کے ذیل میں اقلیتوں کے تمام تر حقوق کی ضمانت بھی ذکر ہوئی ہے۔آپ ﷺ کا نجران کے عیسائی لوگوں کے ساتھ کیا جانے والا معاہدہ کئی ایک تاریخی کُتب میں موجود ہے کہ جس کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

۱. اس معاہدے کے تحت دیگر مذاہب کے مذہبی عہدے داروں کو اسلامی ریاست معزول نہیں کر سکتی۔
۲. اس معاہدے کے پیشِ نظر اقلیتوں کو اپنے عقائد و نظریات پر کاربند رہتے ہوئے زندگی گزارنے کا حق فراہم کیا گیا۔
۳. اس معاہدے کے ذیل میں اقلیتوں کے مذاہب اور عقائد کو مکمل تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔
۴. مذہبی رواداری کے نظریے کے تحت اقلیتوں کے تمام مذہبی راہنماؤں کی حفاظت دراصل اسلامی ریاست کی ذمہ داری شمار ہوتی ہے۔
۵. اس معاہدے کے تحت ایک مسلمان مملکت میں بسنے والے تمام اقلیتی شہریوں کو اپنے اپنے مذہبی اور قانونی حقوق حاصل ہوں گے۔
۶. اس معاہدے کا ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے جان، مال، عزت، ناموس اور آبرو کی تمام تر ذمہ داری اسلامی ریاست کے موجودہ حکمران کی ذمہ داری ہے۔
۷. اس معاہدے کے تحت غیر مسلموں کو اپنے مذہبی عہدیداروں کے انتخاب میں مکمل آزادی دی گئی ہے۔
۸. اس معاہدے کے مطابق دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو اپنے اپنے مذہبی طریقوں کے مطابق اپنی عبادات کرنے کا مکمل حق حاصل ہے۔
۹. اس معاہدے میں اقلیتوں کی عبادت گاہوں کی حفاظت کی ذمہ داری اسلامی حکومت کا فریضہ قرار دی گئی ہے۔[۱۸]

2۔ عیسائی وفد کو مسجد میں عبادت کی اجازت:

ایک مرتبہ نصاریٰ کا ایک وفد رحمتِ عالم ﷺ کی بارگاہ میں ایسے وقت میں داخل ہوا کہ جو وقت اُن کی عبادت کا تھا۔اُس وفد نے آپ ﷺ سے مسجد میں اپنے طریقے کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی اور انھوں نے اپنے نظریے کے مطابقمشرق کی طرف رخ کر کے اپنی عبادت انجام دی جبکہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اُس عیسائی وفد کواس کام سے روکا جائے توآپ ﷺ نے اُن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کو منع فرمادیا۔[۱۹]

3۔ یہودِ خیبر کے ساتھ اچھا سلوک:

خیبر کے مقام پر رہنے والے یہودی قبائل دین اسلام کے سخت دشمن تھے اور اسلام اور مسلمانوں کو طرح طرح کی تکالیف دیتے رہتے تھےاور اگر کوئی مسلمان غلطی سے خیبر کے یہود کے ہتھے چڑھ جاتا تواُس پر ظلم و بربریت کی انتہاء کر دی جاتی تھی۔ مسلمانوں کے طرح طرح کے مصائب وآلام دینے کے ساتھ ساتھ خیبر کے یہودی (نعوذ باللہ) آپ ﷺ کی بھی گستاخی کر کے آپ ﷺ کو ذہنی اذیت سے دوچار کیا کرتے تھے لیکن ان تمام تر مصائب وآلام کے باوجود بھی خیبر کی فتح کے موقع پر کچھ مسلمان یہودیوں کے مویشی کھول کر لے گئے تواس موقع پر آپ ﷺ نے مسلمانوں کے اس عمل کو سخت ناپسند فرمایا۔چنانچہ اس مورد میں حضرت خالد بن ولید سے مروی ہے کہ :

غزونا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم غزوۃ خیبر فاسرع الناس فی حظائر یہود فامرنی ان انادی الصلوۃ۔۔۔ ثم قال ایھا الناس انکم قد اسرعتم فی حظائر یہود الا لا تحل اموال المعاھدین ابجقھا سُوْرَۃُ[20]

ترجمہ: ”ہم غزوۂ خیبر میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔لوگ (مجاہدین) جلدی میں یہود کے بندھے ہوئے جانور بھی لے گئے تو آپ ﷺ نے مجھے نماز کے لئے اذان دینے کا حکم فرمایا۔۔۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم جلدی میں یہود کے بندھے ہوئے جانور بھی لے گئے ہو۔خبر دار! سوائے حق کے غیر مسلم شہریوں کے اموال سے لینا حلال نہیں ہے“۔

یہی روایت ان الفاظ میں بھی ملتی ہے کہ :

الا وانی احرم علیکم اموال المعاھدین بغیر حقھا[۲۱]

ترجمہ:۔”خبر دار! میں تم پر غیر مسلم اقلیتوں کے اموال پر ناحق قبضہ کرنا حرام کرتا ہوں“۔

پیغمبرِ رحمت ﷺ کا یہی درس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اور دیگر پیروکاروں کے لئے نمونہ عمل تھالہٰذا آپ ﷺ کی رحلت کے بعد اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم نے آپ ﷺ کے بتلائے ہوئے طرزِ عمل کی پیروی کرتے ہوئے مذہبی رواداری اور برداشت کو منظورِ نظر رکھا اور اقلیتوں کو اُن کے تمام مطلوبہ حقوق اور اختیارات عطاء کئے۔

غیر مسلموں کے مال مویشی، تجارت اور کاروبار، عبادت گاہیں اور ناموس ایسے ہی محفوظ تھی کہ جیسے اسلامی ریاست کے ایک مسلمان شہری کی محفوظ ہوتی ہے۔

پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے عیاں ہے کہ کچھ مواقع پر آپ ﷺ مذہبی رواداری اور برداشت سے کام لیتے ہوئے مشرکین کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ جس کے آنے والے ادوار میں نہایت ہی مثبت اثرات مرتب ہوئے۔

4:۔مذہبی ہم آہنگی اور صلح حدیبیہ:

حدیبیہ کے مقام پر جب کفار کے ساتھ صلح ہو رہی تھی اور صلح نامہ تحریر کیا جا رہا تھا تو بعض اوقات حالات ایسی صورت اختیار کر گئے کہ فریقین کی طرف سے جنگ کا خطرہ پیدا ہونے لگا۔مشرکین کے سخت اور غلط لہجے کے باوجود آپ ﷺ نے ہمیشہ جوش کے بجائے اسلام کو ملنے والے فوائد اور مفادات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کچھ بہتر اور خیر کے امور کو ترک کیا جیسے کہ شرائط کے طے ہو جانے کے بعد معاہدے کی تحریر کے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معاہدے کا آغاز "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" سے کیا لیکن کفار و مشرکین نے اس نکتے پر اعتراض کیا اور معاملہ اس حد تک بڑھ گیا کہ قریب تھا کہ معاہدہ ختم ہو جاتا تو رحمۃ للعالمین نبی ﷺ نے رواداری اور برداشت سے کام لیتے ہوئے حضرت علی علیہ السلام کو تسمیہ کے بجائے "باسمک اللھم" لکھنے کا حکم دیا اور حالات کو مزید خرابی سے بچا لیا۔ ۲۳

پھر اسی معاہدے کی تحریر کو دوران ہی جب معاہدے کے دونوں فریق کے نام لکھے جانے لگے تو حضرت علی علیہ السلام نے پیغمبر اکرم ﷺ کا نامِ نامی "محمد رسول اللہ" لکھا تو مشرکین نے پھر اعتراض کیا کہ ہم آپ ﷺ کو اللہ کا رسول نہیں مانتے ہیں لہٰذا یہ الفاظ حذف کئے جائیں چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ان الفاظ میں رد و بدل کرنا ناممکن تھا لیکن اس موقع پر بھی آپ ﷺ نے نہایت ہی اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور اس معاہدہ کے دُوررس نتائج کی خاطر "محمد ابن عبد اللہ" تحریر کر دیا اور حالات کو کشیدہ ہونے سے بچا لیا۔ ۲۴

پیغمبر اکرم ﷺ کا اسوہ ہی تھا کہ جس کی بدولت سیکڑوں سال بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے دینِ اسلام کے دروازے کھلتے چلے گئے اور لوگ بڑی تعداد میں دائرہ اسلام میں داخل ہوتے گئے۔

5:۔دورِ حاضر اور سیرتِ نبوی ﷺ سے استفادہ:

اگر دورِ حاضر کی علاقائی اور عالمی صورتحال کو مدِ نظر رکھا جائے تو ساری انسانیت مذہبی انتہا پسندی اور عدمِ برداشت کا شکار نظر آتی ہے۔اِس دور کا انسان اعتدال کی راہ کو چھوڑ کر افراط و تفریط کا شکار ہو چکا ہے۔ایسے میں کامیابی کی کوئی ایک کرن دکھائی دیتی ہے تو وہ ہے پیغمبر اکرم ﷺ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کی سیرت و سنت پر عمل پیرا ہونا۔

خلاصہ :

اس مقصد کے لئے چند سفارشات پیش کیجاتی ہیں جن پر عمل پیرا ہو کرامت کی قیادت اور امامت کے فرائض انجام دینے کی اہل بن سکتی ہے۔ سفارشات درج ذیل ہیں:

ا. دورِ حاضر میں ساری امت کو چاہئے کہ سیرت نبوی ﷺ پر صدقِ دل سے عمل پیرا ہو تاکہ وہ دنیاو آخرت میں کامیاب وکامران ہو سکے۔

۲. مسلمان طلبہ کے لئے سیرت نبوی ﷺ کو لازمی مضمون کے طور پر نصاب میں شامل کیا جائے تاکہ ہماری نئی نسل آپ ﷺ کی سیرت طیبہ ﷺ سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد اُس پر عمل پیرا ہو سکے۔

۳. سیرتِ طیبہ ﷺ کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے عادلانہ ماحول کا قیام عمل میں لایا جائے۔

۴. سیرتِ طیبہ ﷺ کے پیشِ نظر معاشرے میں موجود افراد میں مذہبی رواداری، امن وآشتی اور محبت و اخوت کو فروغ دیا جائے تاکہ آپس میں اتحاد کی فضا پیدا ہو سکے۔

۵. نوجوانوں کو بالخصوص سیرتِ پیغمبر اکرم ﷺ سے روشناس کروایا جائے تاکہ وہ اس پر عمل کو اپنا دینی فریضہ سمجھ سکیں۔

ان تجاویز پر عمل کر کے ہم ایک مثالی اسلامی معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں۔[۲۵]

مراجع و مصادر

[1]:۔ القرآن الکریم، الاعراف، ۱۵۸

[2]:۔ القرآن الکریم، سباء، ۲۸

[3]:۔ القرآن الکریم، الاحزاب، ۴۰

[4]:۔ القرآن الکریم، النساء، ۱۷۰

[5]:۔ القرآن الکریم، الجاثیۃ، ۱۸

[6]:۔ امام احمد بن حنبل، المسند، ج۹، ص ۱۳

[7]:۔ القرآن الکریم، آل عمران، ۶۴

[8]:۔ امام ترمذی، السنن، کتاب مناقب رسول اللہ، رقم الحدیث: ۳۶۱۶

[9]:۔ Alphonse de Lamartine, History of Turkey, (New York: D. Appleton & co,1855

[10]:۔ القرآن الکریم، المائدۃ، ۱۹

[12]:۔ امام بخاری، صحیح البخاری، کتاب البیوع، رقم الحدیث: ۳۸۲۵

[13]:۔ سنن ابو داؤد سجستانی، سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، ۱۵۱۳

[14]:۔ محمد طاہر فاروقی، اقبال اور محبت رسول، (اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی ۰۔ ۱۹۹۲) ص ۷۰

[15]:۔ امام بخاری، صحیح البخاری، کتاب المرض، رقم الحدیث ۲۸۳۲

[16]:۔ ابنِ کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ترجمہ: پروفیسر کوکب شادانی (فیس اکیڈیمی، کراچی، ۱۹۸۷)، ۵/ ۵۱

[17]:۔ القرآن اکریم، التوبۃ، ۱۰۰

[18]:۔ ڈاکٹر طاہر القادری، دہشت گردی اور فتنہ خوارج، (منہاج القرآن پبلیکیشن، لاہور، ۲۰۱۰) ص

[19]:۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، (مرکز الحرمین اسلامی، فیصل آباد، ۲۰۰۷) ۱/ ۱۸۲

[20]:۔ امام احمد بن حنبل، المسند، رقم الحدیث ۱۶۳۶۲

[21]:۔ امام احمد بن حنبل، المسند، رقم الحدیث ۱۶۳۶۲

[23]:۔ محمد حسین ہیکل، سیرۃ الرسول، ص ۴۶۴

[24]:۔ مولانا شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، ج ا، ص ۴۲۳

[25]:۔ ماہنامہ منہاج القرآن، اکتوبر، ۲۰۲۰ء